سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۱۰۱

مقامِ عاشقانِ حق

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ : گلشنِ اقبال، کراچی پاکستان
www.khanqah.org

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے | محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے ہی نازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستوں کی اشاعت ہے | جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: مقامِ عاشقانِ حق

نام واعظ: شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت ظلّھم علینا الیٰ مأۃٍ وّ عشرِینَ سنۃً

تاریخ وعظ: ۲۴؍صفر المظفر ۱۴۲۱؁ھ مطابق ۲۹؍مئی ۲۰۰۰؁ء، بروز پیر

مقام: مسجدِ اشرف، گلشن اقبال کراچی

موضوع: اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی علامات

مرتب: سید عشرت جمیل میرؔ صاحب خادم خاص حضرت والا دامت برکاتہم

کمپوزنگ: مفتی محمد عاصم صاحب مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

اشاعت اوّل: شعبان المعظم ۱۴۳۳؁ھ مطابق جولائی ۲۰۱۲؁ء

تعداد: ۲۲۰۰

ناشر: کُتب خانہ مظہری
گلشن اقبال-۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

www.khanqah.org

فہرست

عنوانات صفحہ نمبر
تکبر کا علاج ۶
اہل اللہ کی غلامی کی برکات ۷
سب سے حسین کام دعوت الی اللہ ہے ۹
اللہ والے تاجر اور دنیا دار تاجر کا فرق ۱۱
اہل اللہ کی مجالس کے آداب ۱۲
حضرت والا ہردوئی کی انتظامی شان ۱۲
وقت اور حالات کے ساتھ احکام بدل جاتے ہیں ۱۳
جعلی پیروں کا جاہلانہ فلسفہ ۱۵
شیخ سے کیا چیز سیکھنا چاہئے؟ ۱۵
مال خرچ کرنے کے فضائل ۱۶
دینی خدمات میں مخلص مسلمانوں کا حصہ ۱۸
کینہ کا علاج ۱۹
کافروں سے زنا حرام ہونے کی وجہ ۲۰
مدارات اور موالات میں فرق ۲۱
گناہ کی حالت میں خدا کیوں یاد نہیں آتا؟ ۲۲
اللہ تعالیٰ کی عظمت و وعید کو یاد کرنا بھی ذکر ہے ۲۳
حضورِ حق تعالیٰ میں اپنی پیشی کو یاد کرنا بھی ذکرُ اللہ ہے ۲۴
قیامت کے دن کے سوال و جواب کو یاد کرنا بھی ذکرِ الٰہی ہے ۲۵
جلالِ حق تعالیٰ کو یاد کرنا بھی ذکرُ اللہ ہے ۲۵
جمالِ حق تعالیٰ کا دھیان بھی ذکر ہے ۲۶

مقامِ عاشقانِ حق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ

فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ

وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ○

(سورۂ آل عمران، آیت:۱۳۵)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے عاشقوں کی کچھ خصوصیات ہیں۔لہٰذا جب کسی گروہِ عاشقاں کو دیکھو تو ان خصوصیات کو تلاش کرو۔ یہ دیکھو کہ وہ گروہ، گروہِ عاشقاں اور اوصافِ عاشقاں کی خصوصیات کا حامل بھی ہے یا نہیں۔ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کا کچھ خصوصی حال بیان کیا ہے،وہ خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)...... وہ لوگ اللہ کے راستے میں فراخی میں بھی خرچ کرتے ہیں اور کڑکی میں بھی۔''کڑکی'' کا لفظ میمنی ہے۔میمن کہتا ہے کہ آجکل تجارت میں مندہ ہے اور بڑی کڑکی ہے۔ میں نے بہت غور کیا کہ میمن لوگوں نے یہ لفظ''کڑکی'' کہاں سے لیا ہے؟ تو معلوم ہوا کہ جب مرغی انڈا دینا بند کردیتی ہے تو ہمارے یوپی کی زبان میں کہتے ہیں کہ مرغی کُڑَک ہوگئی ہے۔ یہ لفظ''کڑکی'' وہاں سے لیا ہے۔لہٰذا جب یہ کہا جاتا ہے کہ آج کل تجارت میں''کڑکی'' آگئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آج کل تجارت کی مرغیاں کُڑَک ہوگئی ہیں اس لئے

انڈے نہیں دے رہی ہیں۔ ایسی صورت میں ان مرغیوں کو ’’جو‘‘ کھلایا جاتا ہے کیونکہ ’’جو‘‘ میں نوکیلے اجزاء ہوتے ہیں جو ان کی چربی کو کاٹ دیتے ہیں اور جب چربی کٹ جاتی ہے تو مرغی پھر سے انڈا دینے لگتی ہے۔ لیکن تم لوگ علاج کے طور پر میمنوں کو ’’جو‘‘ مت کھلا دینا کیونکہ یہ جانوروں کا علاج ہے، انسانوں کا علاج الگ ہے۔

تکبر کا علاج

اگر کسی کے قلب میں اپنی بڑائی اور تکبر آ گیا تو وہ خدا سے دور ہو گیا۔ کیونکہ تشکر انسان کو اللہ سے قریب کرتا ہے، اور تکبر انسان کو اللہ سے دور کرتا ہے لہٰذا جو سالکین صاحبِ تشکر ہیں ان کو ان شاء اللہ کبھی تکبر کی بیماری نہیں ہو گی کیونکہ تشکر سببِ قرب ہے اور تکبر سببِ بُعد ہے، دوری میں اور حضوری میں تضاد ہے اور اجتماعِ ضدین محال ہے۔

لہٰذا جس شخص کو اپنی بڑائی کا خوف ہو گا وہ بڑائی سے محفوظ رہے گا۔ جیسے حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو تبلیغی جماعت کے بانی ہیں انہوں نے ایک مرتبہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اپنا خلجان پیش کیا کہ مجھے اپنے بارے میں استدراج کا شبہ ہو رہا ہے کیونکہ میری جماعت میں بے شمار لوگ جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں اس وجہ سے مجھے خوفِ استدراج ہے۔ جواب میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر یہ استدراج ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو ڈھیل دیتا تو پھر آپ کو خوفِ استدراج نہ ہوتا کیونکہ جس کو استدارج میں مبتلا کیا جاتا ہے اس کو علمِ استدراج اور خوفِ استدراج نہیں ہوتا۔ پھر حضرت مفتی صاحب نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ۝﴾

(سورۃ الاعراف، آیت: ۱۸۲)

یعنی ہم ان کو اس طرح عنقریب ڈھیل دیں گے کہ ان کو اس کا علم بھی نہ ہوگا۔ اس سے پتہ چلا کہ جس کو استدراج ہوتا ہے وہ لَا یَعْلَمُوْنَ رہتا ہے اور آپ یَعْلَمُوْنَ ہیں، آپ کا خوف اور اندیشۂ استدراج یہ بتا رہا ہے کہ آپ کو استدراج نہیں ہے جن کو اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتا ہے ان کو استدراج کا علم نہیں ہونے دیتا۔

بہرحال جس شخص کے دل میں تکبر آجائے چاہے وہ تکبر مال پر ہو، تجارت پر ہو یا تجارت کے طریقہ پر ہو اور اگر بہت سے تجار اس سے مشورہ بھی لیتے ہوں تو پھر تو اس کے تکبر پر سونے پہ سہاگہ لگ گیا، اس کا تکبر اور چمک گیا، اس کا علاج یہ ہے کہ وہ دعا کرے کہ یا اللہ! میں کسی قابل نہیں ہوں، جو کچھ آپ نے عزت دی ہے یہ آپ کا کرم ہے، جیسے سورج کی شعاعوں سے زمین چمک جائے تو زمین کو اپنی چمک دمک نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ زمین کو آفتاب کی شعاعوں کا مرہون رہنا چاہیے۔

اہل اللہ کی غلامی کی برکات

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مواعظ دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ میرا علم اور میرا کمال نہیں ہے بلکہ میرے مرشد حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فیض ہے، حضرت حاجی صاحب کی جوتیوں کا صدقہ ہے، ورنہ کوئی شخص نہ مجھ کو پوچھتا نہ مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو پوچھتا اور نہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو پوچھتا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے بعد ہم کو حاجی صاحب کی غلامی نصیب ہوئی تو ہم لوگوں کی عزت اللہ تعالیٰ نے بڑھا دی اور ہم سب کو حضرت حاجی صاحب کے فیض سے چمکا دیا۔

ایک مرتبہ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہوا۔ میرے شیخ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی حاضرین میں سے تھے، انہوں نے یہ چشم دید واقعہ مجھے سنایا کہ حضرت والا تھانویؒ پر بیان کرتے کرتے غلبۂ حال طاری ہوگیا اور زور سے نعرہ مارا ''ہائے امداد اللہ'' پھر بیٹھ گئے اور خاموش ہوگئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اس وقت سارا مجمع رو رہا تھا۔ کسی صاحبِ دل نے کہا کہ اب مولانا سے دوبارہ تقریر کی درخواست نہ کرنا کیونکہ اس وقت یہ مقامِ منصوریت سے گذر رہے ہیں۔ اگر اب تقریر کے لئے کہو گے تو ان کی زبان سے اَنَا الْحَقُّ نکلنے کا خطرہ ہے۔ اس لئے ان کا خاموش رہنا ہی ٹھیک ہے۔ بعد میں کسی نے حضرت والا سے پوچھا کہ آج کیا ہوگیا تھا؟ اس سے پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔ جواب میں فرمایا کہ آج مجھ پر علوم اس قدر وارد ہورہے تھے کہ میں پریشان ہوگیا کہ کس کو بیان کروں اور کس کو بیان نہ کروں۔ حاجی صاحب کے فیض سے مجھ پر علوم کی بارش ہورہی تھی۔ اس لئے وارداتِ علوم کے انتخاب میں مجھ پر حال طاری ہوگیا کہ یہ علوم ہم پہلے بھی پڑھتے آئے تھے لیکن جب حضرت حاجی صاحب سے تعلق ہوا تو نئے علوم وارد ہونے لگے۔ یہ سب شیخ کی جوتیوں کا صدقہ ہے اس لئے میری زبان سے نکلا ''ہائے امداد اللہ''۔

ایک مرتبہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کی نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلے تو کانپور شہر کا ایک بہت بڑا بیرسٹر (وکیل) جو لندن سے وکالت کی ڈگریاں لے کر آیا تھا حضرت تھانوی سے مِلا، دیکھئے! ایک تو وکیل ہوتا ہے جو ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کرلیتا ہے اور ایک بیرسٹر ہوتا ہے جو باہر کی ڈگریاں بھی لاتا ہے۔ وہ بیرسٹر فارسی بھی جانتا تھا اس لئے کہ پہلے زمانے میں اسکولوں اور کالجوں میں فارسی لازم تھی، علی گڑھ یونیورسٹی میں بھی فارسی لازم تھی۔ وہاں

کے طلبہ نے مجھے فارسی اپنے نصاب میں دکھائی تھی۔ بہر حال اس بیرسٹر نے حضرت مولانا سے فارسی میں پوچھا۔

تو مکمل از کمالِ کیستی
تو مجمل از جمالِ کیستی

اے مولانا اشرف علی! تو کس کے کمال سے مکمل ہوا؟ اور عشقِ الٰہیہ کا جمال تجھے کہاں سے حاصل ہوا؟ حضرت والا نے بھی اس بیرسٹر کو فارسی میں جواب دیا۔

من مکمل از کمالِ حاجیم
من مجمل از جمالِ حاجیم

میں اپنے حاجی کے کمال سے مکمل ہوں اور میں اپنے حاجی کے جمال سے مجمل ہوں۔

اس کے بعد اس بیرسٹر نے کہا کہ کاش! آپ بیرسٹر ہوتے تو عدالت کو ہلا دیتے کیونکہ آپ نے صغریٰ اور کبریٰ ملا کر جس طرح اپنا مضمون ثابت کیا ہے اس پر ہم حیران ہیں کیونکہ یہ بحث و مباحثہ ہماری عدالت کی چیز ہے۔

بعد میں حضرت والا نے فرمایا کہ اس بے چارے کی پہنچ یہیں تک تھی۔ اس کو کیا معلوم کہ علمِ دین کے سامنے بیرسٹری کی کیا حقیقت ہے۔

سب سے حسین کام دعوت الی اللہ ہے

دنیا میں سب سے بڑا کام اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف دعوت دینا ہے۔ دنیا میں اس سے زیادہ حسین کام کوئی نہیں ہے۔ کوئی شخص جاپان اور جرمن سے بزنس کر کے کروڑوں روپے کما رہا ہے اور کوئی میزائل بنا رہا ہے۔ دنیا میں جتنے ہنر ہیں ان سب کو ایک ترازو میں رکھ دو اور دوسری طرف ایک بندہ جو دوسرے بندوں کو اللہ کی طرف بلا رہا ہے اس کا عمل رکھ دو تو اس کا عمل سب سے بڑھ

جائے گا۔ اس کا کلام تمام لوگوں کے کلاموں سے احسن ہے، کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرما دیا:

﴿وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ﴾

(سورۃ فُصِّلَت، آیت: ۳۳)

یعنی اس کے کلام سے بہتر کس کا کلام ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہا ہے۔ لفظ احسن اسمِ تفضیل ہے یعنی اس کا کلام تمام کلاموں سے زیادہ حسین ہوگا۔

یہی معاملہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت تمام محبتوں سے زیادہ اشد ہونی چاہیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شدید محبت دوسروں کے ساتھ جائز ہے۔ لیکن اشد محبت جائز نہیں۔ جیسے بیوی بچوں کی محبت، مکان کی محبت، تجارت کی محبت شدید ہو، شیخ کی محبت بھی شدید ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت اشد ہو لہٰذا اگر کوئی شیخ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی بات کر رہا ہے تو اس کی توجہ نہایت ادب سے اس جانب کرا دیں کہ آپ اس بات سے رجوع کریں ورنہ میں آپ سے رجوع کرتا ہوں۔ شیخ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے کیونکہ شیخ سے محبت بھی تو اللہ ہی کے لئے ہوتی ہے۔ شیخ سے اللہ کی محبت حاصل کرنے کے طریقے پوچھو۔

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتا دو قاعدہ\
اے اسیرانِ قفس! میں نوگرفتاروں میں ہوں

لہٰذا شیخ سے کہو کہ ہم نوگرفتاروں میں سے ہیں، ہم راہِ محبت کے سفر میں ابھی نئے ہیں لہٰذا ہمیں بتائیے کہ کس طرح نظر بچانی چاہیے اور کس طرح اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنی چاہیے۔ شیخ سے استقامت سیکھو تاکہ کسی قد و قامت کو دیکھ کر تم پر قیامت برپا نہ ہو جائے۔

خیر تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ

دَعَآ اِلَی اللّٰہِ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہا ہے اس سے بہتر کسی کا کلام نہیں ہے۔ ساری کائنات کے اقوال میں سب سے بہتر اس کا قول ہے جو اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلا رہا ہے اس قول کے احسن ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ احسن ہیں، ان سے بڑا کوئی حسین نہیں ہے، بلکہ وہ حسین ساز ہیں، وہ حسینوں کے خالق ہیں لہٰذا جو شخص بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہا ہے وہ دنیا و آخرت دونوں سنوار رہا ہے۔ وہ دنیا بھی بنا رہا ہے، آخرت بھی بنا رہا ہے۔

اللہ والے تاجر اور دنیا دار تاجر کا فرق

کوئی شخص تجارت میں کتنا ہی کامیاب ہو جائے وہ اللہ کے تعلق کے بغیر چین اور سکون سے نہ رہے گا۔ اگر تاجر بھی اللہ والا ہو جائے تو تجارت کے ساتھ اسے ولایت بھی حاصل ہو جائے گی، وہ ولی اللہ بھی بن جائے گا اور نسبت مع اللہ کی برکت سے اس کے قلب کو سکون بھی رہے گا۔ کاروبار بھی رہے گا، کار بھی رہے گی اور دل میں یار بھی رہے گا۔ وہ کار میں بیٹھ کر بھی اللہ کا شکر ادا کرے گا کہ یا اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے کار دے دی ورنہ ہم تو گدھا گاڑی کے قابل بھی نہیں ہیں۔ میرا ایک شعر ہے ؎

آپ چاہیں ہمیں یہ کرم آپ کا
ورنہ ہم چاہنے کے تو قابل نہیں

اللہ والے تاجر کا حال یہ ہوتا ہے کہ نوٹ کی گڈیاں بھی گن رہا ہوتا ہے اور ساتھ میں اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کرتا رہتا ہے اور دنیا دار تاجر کہتا ہے کہ جو مال مجھے دیا گیا ہے وہ اپنے علم کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ وہ قارون کی طرح متکبرانہ بات کرتا ہے۔ اللہ والوں کی گفتگوئے مال، گفتگوئے جمال سب متشکرانہ ہوتی ہے۔

اہل اللہ کی مجالس کے آداب

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ دعوت الی اللہ کا کام کر رہے ہیں، ملفوظ نوٹ کر رہے ہیں، تقریر سن رہے ہیں (حضرت والا کے بعض متعلقین نظر نیچی کر کے تقریر سن رہے تھے، ان سے خطاب کر کے فرمایا) شتر مرغ کی طرح سرمت جھکاؤ، جہاں سر جھکانا چاہیے وہاں جھکاؤ۔ کچھ مواقع ایسے ہیں جہاں سر جھکانا فرض ہے، لیکن شیخ کے سامنے سرمت جھکاؤ۔ للچائی ہوئی نظر سے دیکھتے ہوئے غور سے بات سنتے رہو۔

میکشو یہ تو میکشی رندی ہے میکشی نہیں
آنکھوں سے تم نے پی نہیں، آنکھوں کی تم نے پی نہیں

آنکھوں سے پینا سیکھو، آنکھوں کی پینا سیکھو۔ جب کوئی میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے سامنے بیٹھ کر اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو حضرت یہ شعر پڑھتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اندر سے بہت زیادہ چشتی ہیں۔ عشق کی آگ بھری ہوئی ہے مگر انتظاماً ظاہر نہیں کرتے کیونکہ حضرت والا کئی سو مدرسوں کے منتظم ہیں۔ اس لئے انتظام کی شان کو غالب رکھتے ہیں۔

حضرت والا ہردوئی کی انتظامی شان

ایک مرتبہ میرے شیخِ ثانی حضرت والا ہردوئی مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے ہم سبق اور بے تکلف دوست کو حضرت والا نے اپنے مدرسہ میں مدرس بنایا، انہوں نے حسبِ معمول حضرت والا سے بے تکلف طالب علمانہ گفتگو شروع کر دی، جیسے سہارنپور میں حضرت والا سے طالبِ علمی کے زمانہ میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ حضرت والا نے ان سے فرمایا کہ اس وقت

آپ جو بے تکلفی کی گفتگو کر رہے ہیں تو دیکھئے! آپ اس وقت سہارنپور کے طالب علم نہیں ہیں بلکہ میرے ملازم ہیں اور میں آپ کا ناظم ہوں، آئندہ سے اس بے تکلفی سے بات مت کیجئے گا ورنہ انتظام مشکل ہو جائے گا اور دوسرے ملازموں کا بھی دماغ خراب ہو جائے گا۔

وقت اور حالات کے ساتھ احکام بدل جاتے ہیں

میں اپنے شیخِ اوّل حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پھولپور میں رہتا تھا۔ میرے موجودہ شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم بھی حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور حضرت کی خدمت میں حاضری کے لئے اکثر پھولپور آتے رہتے تھے۔ میں اُس زمانہ میں حضرت والا مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے اتنا بے تکلف تھا کہ ان کے ساتھ لاٹھی سے کھیلتا تھا۔ لاٹھی کھیلنے میں لاٹھی ماری بھی جاتی ہے، لاٹھی کو روکا بھی جاتا ہے اور اپنا دفاع بھی کیا جاتا ہے۔ حضرت بھی مجھ سے زیادہ تکلف نہیں فرماتے تھے۔ حضرت کی مجھ سے اتنی بے تکلفی تھی کہ ایک مرتبہ حضرت پھولپور حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے تشریف لائے تو وہاں سے فوراً ہی میرے پاس کوٹلہ پہنچ گئے۔ میں اپنے گاؤں کوٹلہ میں مطب کیا کرتا تھا۔ میں نے کہا حضرت! آپ یہاں پھولپور سے اٹھارہ بیس میل دور کیسے تشریف لائے؟ جواب میں فرمایا کہ میں آیا تو پھولپور کے لئے تھا مگر حضرت سو رہے ہیں اور تمہارے بغیر دل گھبرا رہا تھا اس لئے میں تمہارے گاؤں ''کوٹلہ'' کے لئے اپنا پوٹلہ لے کر آیا ہوں۔ حضرت نے اپنا جھولہ دکھایا جس میں لنگی وغیرہ ضروری سامان تھا پھر فرمایا کہ اب تم میرے ساتھ چلو، تمہارے بغیر مزہ نہیں آرہا ہے۔ میں فوراً تیار ہو گیا حالانکہ وہ

وقت ہمارے مطب کا تھا۔ مگر ہم نے مطب کا خیال بھی نہیں کیا۔ اس کی برکت سے میں آج زیرِ مطب نہیں ہوں۔ میں تیار ہو کر فوراً ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا اور ہم پھولپور پہنچ گئے۔

بہر حال حضرت سے میری بے تکلفی تھی کیونکہ حضرت اس وقت میرے پاس ہی زیادہ رہتے تھے۔ انہوں نے شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ بنایا تھا لیکن جب میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے مرید ہوا تو میں نے اپنے آپ سے خطاب کر کے کہا دیکھو بھئی اختر! ہوشیار ہو جاؤ، اب وہ بے تکلفی کی داستان بھول جاؤ۔ واقعہ لکھا ہے کہ ایک لڑکا اپنی خالہ زاد بہن سے مار پٹائی کرتا تھا۔ دونوں ہم عمر تھے کبھی اس نے چپت مار دیا کبھی اس نے مار دیا۔ جب بالغ ہونے کے بعد دونوں کی شادی ہوگئی تو خالہ زاد بھائی نے کہا کہ اب میں تمہارا شوہر ہوں اور تم میری بیوی ہو، اگر اب بچپن والی چپت بازی کی تو سوچ لو کہ پھر تمہارا ٹھکانہ کیا ہوگا۔

وقت اور حالات کے ساتھ احکامات بدل جاتے ہیں، جیسے چھوٹے بچے بچپن میں آپس میں کھیلتے ہیں، مار پیٹ کرتے ہیں لیکن جب بڑے ہو کر ان کی آپس میں شادی ہوتی ہے تو بیوی شوہر سے ادب سے پیش آتی ہے اور بچپن کے لڑائی جھگڑے سب ختم ہو جاتے ہیں۔ بعض عورتیں کہتی ہیں کہ ہمارے گھر میں جو نوکر ہے وہ بچپن سے ہمارے پاس ہے ہمیں اس سے پردہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس نوکر کو تو بچپن سے میں نے پالا ہے۔ میں نے کہا کہ جب بچہ چھوٹا ہوتا ہے تو ماں اس کو ننگا کر کے سرسوں کے تیل سے اس کی مالش کرتی ہے تاکہ اس کے اعضا مضبوط ہو جائیں لیکن وہی بچہ جب بڑا ہو جاتا ہے تو کیا پھر بھی ماں اس کو ننگا کر کے مالش کرے گی؟ اور کیا بالغ ہونے کے بعد اس کے ناف کے نیچے کے اعضا ماں دیکھ سکتی ہے؟ اور دلیل میں کہہ سکتی ہے کہ

ہم سے کیا چھپانا، ہم نے تو اس کو ہگایا، متایا ہے۔ یہاں یہ دلیل نہیں چلے گی کیونکہ اصول یہ ہے کہ یَتَبَدَّلُ الْاَحْکَامُ بِتَبَدُّلِ الزَّمَانِ وَالْمَکَانِ یعنی زمان اور مکان بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

جعلی پیروں کا جاہلانہ فلسفہ

اسی طرح جعلی پیروں نے عورتوں کو یہ سمجھا رکھا ہے کہ پیروں سے پردہ مت کرو کیونکہ جب ہم تم کو دیکھیں گے نہیں، پہچانیں گے نہیں تو قیامت کے دن تمہاری بخشش کیسے کرائیں گے؟ یہ ان کی نالائقی، کمینہ پن ہے اور نفس کی بدمعاشی کی دلیل ہے۔ بہاولنگر میں مجھے بتایا گیا کہ یہاں عورتیں پیر سے پردہ نہیں کرتیں اور پیر اگر قنات، شامیانہ وغیرہ لگاتا ہے تو عورتیں قنات کو ہٹا دیتی ہیں کیونکہ طاقت ور ہوتی ہیں۔ وہاں طاقت میں مرد وزن برابر ہیں۔ وہ قنات کو ہٹا کر پیر کے لئے یہ جملہ کہتی ہیں ''پیرنوں چنگی طرح ویکھن دو'' لیکن یہ بالکل حرام ہے۔ پیر سے پردہ نہ کرنا جہالت ہے۔ پیر نامحرم ہے، اس سے پردہ کرنا واجب ہے۔ پیر سے عقیدت ومحبت اللہ کے احکام کے تابع ہونی چاہیے، اللہ کی محبت سب سے زیادہ ہونی چاہیے۔

شیخ سے کیا چیز سیکھنا چاہئے؟

جب کسی شیخ سے تعلق قائم کرو تو سب سے پہلا کام یہ کرو کہ اللہ کی محبت، اللہ کا خوف اور تقویٰ سیکھو ورنہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے حکم میں تمہارا کُوْنُوْا بالکل بے کار ہو جائے گا۔ مقصدِ صحبتِ اہل اللہ تقویٰ اور تقویٰ پر استقامت ہے۔ اگر کبھی تقویٰ ہو اور کبھی لقوہ ہو تو یہ استقامت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ثُمَّ اسْتَقَامُوْا نازل فرمایا، معلوم ہوا کہ استقامت مطلوب ہے۔

مال خرچ کرنے کے فضائل

ایک بڑھیا نے سوت کات کر دھاگہ بنا کر تھوڑے سے پیسے کمائے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنے مصر کے بازار کی طرف چل دی۔ راستہ میں اس سے کسی نے پوچھا کہ اے بڑھیا کہاں جا رہی ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنے جا رہی ہوں۔ اس نے پوچھا کہ تیرے پاس کتنے پیسے ہیں؟ بڑھیا نے کہا کہ دس بارہ آنے ہیں۔ اس نے کہا کہ اتنے پیسوں میں یوسف علیہ السلام نہیں ملیں گے۔ وہ بہت قیمتی ہیں۔ بڑھیا نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ یوسف علیہ السلام ان تھوڑے پیسوں میں نہیں ملیں گے لیکن ان کے خریداروں کے رجسٹر میں میرا بھی نام آ جائے گا۔ اس بات کو مولانا جلال الدین رومی نے اس طرح بیان فرمایا ؎

ہمیںنم بس کہ داند ماہ رویم
کہ من نیز از خریدارانِ اویم

لہٰذا جو مولوی چندہ لیتا ہے تو اس کو چاہیے کہ کبھی کبھار خود بھی چندہ دے دیا کرے، چاہے ایک دو روپیہ ہی دے دے، دینے والوں میں تمہارا نام لکھا جائے گا۔ ہمیشہ لینے کی عادت ٹھیک نہیں ہے۔ یہ بات میرے شیخ نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں فرمائی تھی کہ علماء کو بھی اپنے جامعہ میں جہاں وہ پڑھا رہے ہیں چندہ دینا چاہیے تاکہ دینے کی بھی عادت رہے کیونکہ انفاق فی سبیل اللہ کا تزکیۂ نفس کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں:

﴿خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا﴾

(سورۃ التوبۃ، آیت: ۱۰۳)

یعنی اے پیغمبر! صحابہ سے صدقات لیجئے۔ خُذۡ امر کا صیغہ ہے۔ صحابہ سے صدقات لینے سے کیا فائدہ ہوگا؟ اس کو آگے بیان فرمایا کہ اس سے ان کو

www.khanqah.org

طہارتِ قلبیہ اور تزکیۂ رُوحانیہ حاصل ہوگا اور پھر اللہ کے راستے میں خرچ کر انے کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش فرمائی:

﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾

(سورۃ التوبۃ، آیت: ۱۰۳)

یعنی آپ ان کو دعائیں دیجئے، آپ کی دعا ان کے لئے باعثِ سکون ہے۔ اب دیکھئے! جس ذاتِ پاک کو دعا قبول کرنا ہے وہ ذات دعا کی سفارش کررہی ہے تو کیا ایسی دعا قبول نہ ہوگی؟ ضرور قبول ہوگی۔ یہ مال خرچ کرنے کا انعام ہے۔ لوگ مال خرچ کرنے کو معمولی بات سمجھتے ہیں۔

لہٰذا آپ سنتِ صحابہ ادا کریں اور مہتمم صاحب سنتِ پیغمبر ادا کریں اور اس طرح صدقات قبول کریں جیسے بگلا مچھلی کو دبوچ لیتا ہے۔ ٹیکسلا میں ایک حکیم نے جو میرے دوست تھے وہ اپنے مطب میں چپ چاپ بیٹھے آنکھیں بند کر کے تسبیح پڑھتے رہتے تھے، جب کوئی مریض آتا تو آنکھ کھول دیتے اور اس کو دیکھ کر جلدی سے دوا لکھ کر دے دیتے اور دوا کے پیسے لے کر کہتے کہ بس اب جلدی جاؤ۔ مریض کہتا کہ اتنی جلدی کس چیز کی ہے؟ جواب دیتے کہ مجھے اللہ کی یاد میں مشغول ہونا ہے۔ پھر پیسے رکھ کر فوراً تسبیح شروع کردیتے چونکہ وہ میرے مرید بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے اس لئے میں نے ان کے لئے ایک بے تکلف شعر کہا کہ ؎

یوں تو بگلے کی طرح تجھ کو مراقب دیکھا
اور جو مچھلی کو دبوچا تو ترا راز کھلا

مچھلی یہ سمجھ رہی تھی کہ یہ سادھو ہے، فقیر ہے، دُرویش ہے، ہمیں کھائے گا نہیں اس لئے کہ وہ تو منہ لٹکائے، آنکھیں بند کئے عالمِ عرش پر ہے، یہ فرش سے بہت دور ہے۔ اس لئے مچھلیاں اطمینان سے پھر رہی ہیں، آ جا رہی ہیں لیکن جب وہ

دُرویش دیکھتا ہے کہ وہ مچھلیاں نوے ڈگری پر آ گئی ہیں تو سیکنڈوں میں چونچ مارتا ہے اور منہ میں رکھ کر نگل لیتا ہے۔

دینی خدمات میں مخلص مسلمانوں کا حصہ

تو بات چل رہی تھی کہ خوشحالی ہو یا تنگ دستی کسی حال میں اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کو مت روکو۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہم نے اپنے گاؤں کے ہر گھر میں ایک ڈبہ آٹے کے لئے رکھوایا ہوا ہے۔ اس کا نام ''چٹکی فنڈ'' ہے۔ حضرت کے شہر ہردوئی میں ایک اشتہار چھپتا ہے جس میں چٹکی کا طریقہ، چٹکی کا قاعدہ اور چٹکی کا فائدہ لکھا ہوتا ہے اور شہر میں جگہ جگہ ڈبے رکھوادیئے ہیں اور یہ کہہ دیا ہے کہ جب ایک وقت کا کھانا پکاؤ تو ایک مٹھی آٹا اس ڈبے میں ڈال دو۔ اس ''چٹکی فنڈ'' سے حضرت ایک بہت بڑا ادارہ چلا رہے ہیں، اساتذہ کی تنخواہیں بھی اسی سے ادا کی جاتی ہیں۔ بعض شہروں سے تو اس کی مد میں دس دس ہزار روپے ماہانہ آرہے ہیں۔ ایک بڑھیا کے بارے میں حضرت والا کو پتہ چلا کہ وہ فاقہ کرتی ہے، اس لئے اس کے پاس ڈبہ نہیں رکھوایا تو اس بڑھیا نے فرمائش کی کہ میرے یہاں بھی ڈبہ بھیجو میرے یہاں کیوں نہیں بھیجا؟ اس بڑھیا کو بتایا کہ تمہارے یہاں تو پہلے ہی فاقہ ہوتا ہے۔ بڑھیا نے کہا جب فاقہ ہوگا تو چٹکی نہیں ڈالیں گے اور جب خود کھانا پکائیں گے تو ایک مٹھی ڈال دیں گے۔ ایسے اخلاص سے حضرت والا نے مدرسہ چلانا شروع کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ پر عاشقوں کا مزاج بیان فرمایا ہے:

﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ﴾

(سورۂ آل عمران، آیت: ۱۳۴)

یعنی وہ لوگ غصے کو پی جانے والے ہیں۔ غصہ آتا ضرور ہے لیکن غصہ کو پی جاتے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ کاظمین کا تر

جمہ عادمین سے مت کرو، اس لئے کہ غصہ کو معدوم کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ کظم کے معنی ہیں شَدُّ رَأْسِ الْقِرْبَةِ عِنْدَ امْتِلَآءِ هَا جب مَشک پانی سے بھر جائے اوراس کی گردن سے پانی نکلنے لگے تو گردن کو جلدی سے باندھ دو۔اس سے معلوم ہوا کہ غصہ اندر ہی اندر رہنا چاہیے، اس کے نتیجہ میں منہ سے اول فول نہیں نکالنی چاہیے۔ برطانیہ کے ایک شہر کا نام اول سول ہے، میں نے اس شہر میں تقریر کی تو میں نے کہا کہ اس شہر کے نام کا قافیہ اول فول سے ملتا ہے لہٰذا یاد رکھنا! غصہ میں کبھی اول فول مت بکنا۔

کینہ کا علاج

جب غصہ آئے، اس کو پی جاؤ، اپنے منہ کو بند رکھو۔ آگے فرمایا:

﴿وَالْعٰفِيْنَ عَنِ النَّاسِ﴾

(سورۂ آل عمران، آیت: ۱۳۴)

یعنی غصہ کو ضبط کرنے کے نتیجہ میں دل میں اس شخص کے خلاف کینہ بھی نہ آئے ورنہ یہ ہوگا کہ غصہ برداشت کرنے کے نتیجہ میں دل پر بوجھ رہے گا، کینہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے کینہ رکھے لہٰذا جس پر غصہ آیا ہے اس کو بتادو کہ ہم نے تمہیں معاف کردیا ہے۔

اس کے بعد فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾

(سورۂ آل عمران، آیت: ۱۳۴)

جس پر غصہ آیا ہے اس کے ساتھ احسان بھی کرو، اس سے کینہ اور نکل جائے گا۔ جب اس کے ساتھ احسان کروگے اور اس کو ہدیہ دوگے تو طبعی گرانی بھی چلی جائے گی۔

www.khanqah.org

کافروں سے زنا حرام ہونے کی وجہ

﴿وَالَّذِیۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَۃً اَوۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسۡتَغۡفَرُوۡا لِذُنُوۡبِہِمۡ وَمَنۡ یَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰہُ﴾

(سورۂ آل عمران، آیت:۱۳۵)

یعنی جو لوگ اللہ کی مخلوق کے ساتھ بدفعلیاں، بداعمالیاں، بداقوالیاں، بدتمیزیاں اور گستاخیاں کرتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کو للکارتے ہیں جیسے کوئی شخص کسی کی اولاد کے ساتھ بدفعلی کرے تو اس کے ابا کا دل چاہتا ہے کہ میں اس کو کچا چبا لوں۔ اسی طرح مخلوق رب العالمین کی اہل و عیال ہے، اسی لئے بدنگاہی حرام کی گئی ہے کہ تم اللہ کی مخلوق کے ساتھ برائی کا خیال بھی مت لاؤ کیونکہ وہ اللہ کے اہل و عیال ہیں۔ اگر وہ کافر بھی ہیں تو ہمارے ساتھ کفر کرتے ہیں، تمہارے ساتھ تو کفر نہیں کرتے، اس لئے تم کسی کافر کے ساتھ بھی زِنا نہیں کر سکتے، بدفعلی نہیں کر سکتے، اس وجہ سے بھی کہ یہ اولادِ آدم علیہ السلام ہیں، پیغمبر زادے ہیں اور پیغمبر زادوں کے ساتھ یہ نالائقی کیسے جائز ہوگی؟ اپنے مرشد کی اولاد کا تو بڑا احترام کرتے ہو تو کیا پیغمبر کی اولاد مرشد کی اولاد سے افضل نہیں ہے؟

ایک دیہات میں ایک بچہ ڈوب رہا تھا۔ وہ زور سے چلایا کہ جلدی کرو، پیغمبر کا بیٹا ڈوب رہا ہے۔ اب سب کسان جو ہل چلا رہے تھے ہل چھوڑ کر دوڑے اور اس کو پانی سے نکال لیا۔ ایک کسان نے پوچھا کہ تم تو کلّو خان کے بیٹے ہو، تمہارے ابا کو تو میں بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں، تم پیغمبر کے بیٹے کب سے بن گئے؟ بچہ نے کہا کہ کیا تم قرآن کریم میں نہیں پڑھتے؟ اس میں اللہ تعالیٰ انسان کو یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اے آدم کے بیٹے کہہ کر مخاطب کرتے ہیں، کیا میں

آدم کا بیٹا نہیں ہوں؟ اور کیا آدم نبی نہیں تھے؟ اس لئے میں بھی نبی کا بیٹا ہوں۔ بہرحال اگر آپ یہ مراقبہ کریں کہ سب انسان آدم کی اولاد ہیں، پیغمبرزادے ہیں تو کسی انسان کے ساتھ برا سلوک نہیں کریں گے۔ ان کے کفر اور سرکشی پر اللہ تعالیٰ ان سے مواخذہ کریں گے بندوں کو ان کے ساتھ بدفعلی کا حق نہیں ہے۔

مدارات اور موالات میں فرق

کافر کے ساتھ مدارات کریں اور مومن کے ساتھ موالات کریں۔ مدارات ظاہری اسباب اختیار کرنے کو کہتے ہیں یعنی ظاہری طور پر تو اس سے اچھا سلوک کریں گے لیکن دل میں محبت نہیں رکھیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدارات کے بارے میں فرمایا:

((بُعِثْتُ بِمُدَارَاۃِ النَّاسِ))

(الجامع الصغیر للسیوطی)

یعنی میں مداراتِ انسانیت کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ چنانچہ ایک قبیلہ کا سردار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے چادر بچھادی اور فرمایا کہ میں نے اس لئے چادر بچھائی کہ اگر یہ مسلمان ہوگیا تو اس کا سارا قبیلہ اسلام لے آئے گا، میں نے اس کا اکرام مِنْ حَیْثُ الْکُفْرِ نہیں کیا بلکہ لِحِرْصِ الْاِسْلَامِ کیا ہے، اس لالچ میں کیا ہے کہ یہ اسلام لے آئے، یہ اکرام برائے اسلام کیا ہے۔

ایک ہندو ڈاکیا میرے شیخ حضرت پھولپوری کے پاس آیا کرتا تھا۔ آکر کہتا مولوی صاحب! آداب عرض ہے، حضرت بھی جواب میں فرماتے، آ......داب لیکن مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ میں اس سے کہہ رہا ہوں کہ آ اور میرا پیر داب۔ یہ نیت اس لئے کرتا ہوں کہ کافر کا اکرام لازم نہ آئے۔

www.khanqah.org

گناہ کی حالت میں خدا کیوں یاد نہیں آتا؟

اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ میری نافرمانی کرتے ہیں تو دراصل اس کے نتیجہ میں وہ اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں لیکن جو میرے عاشق ہیں اگر ان سے کبھی خطا ہو بھی جائے تو ان کو فوراً اللہ یاد آجاتا ہے، لیکن حالتِ معصیت میں ان کو خدا کیوں یاد نہیں آتا؟ اس لئے کہ شہوت اللہ کی یاد میں آگ لگادیتی ہے، شہوت نار ہے اور اللہ نور ہے، نار اور نور میں تضاد ہے اور اجتماعِ ضدین محال ہے، اس لئے عین معصیت کے وقت نورِ خدا دِل میں نہیں رہتا چنانچہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نارِ شہوت چہ کُشد نورِ خدا

شہوت کی آگ کیسے بجھے گی؟ کیا گناہ کو گناہ سے بجھاؤ گے؟ کیا پاخانہ کو پیشاب سے دھوؤ گے؟ اس کے نتیجہ میں تو نجاست اور زیادہ بڑھ جائے گی۔ جو شخص تقاضے کو ختم کرنے کے لئے گناہ کرتا ہے یہ ظالم اپنے آپ کو گناہوں کی آگ میں ڈال رہا ہے اور پائخانہ کو پیشاب سے دھو رہا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ تقاضائے معصیت کو روکو، صبر کرو اور گناہ مت کرو، تقاضے کو دبانے کا غم اُٹھالو مگر اللہ کے قانون کو مت توڑو، خونِ آرزو کرلو لیکن اللہ کے قانون میں دخل اندازی مت کرو۔ اگر تم نے خدا کے قانون کو توڑ کر اپنے دل کو حرام عیش دیا تو واللہ! میں کہتا ہوں کہ خدا جب انتقام لے گا تو تمہاری طاقت کی دھجیاں بکھر جائیں گی، پورے عالم میں تمہیں کوئی بھی حضرت اور صوفی کہنے والا نہیں ملے گا، ایک وقت کی روٹی تک کو کوئی نہیں پوچھے گا۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑ کر دل کو خوش کرنا یہ شریف اور لائق اور اللہ کے پیاروں کا مشغلہ نہیں ہے، یہ غذائے فاسقاں ہے۔ غذائے اولیاء یہ ہے کہ وہ اپنے دل کی حرام آرزوؤں کا خون کرتے ہیں اور

خونِ آرزو کے دریا کو عبور کر کے اپنے مولیٰ کو پاجاتے ہیں۔

عارفاں زانند ہر دم آمنوں

یعنی عارفین جو اللہ کو پہچاننے والے ہیں ہر وقت امن اور سکون میں رہتے ہیں اور جو لوگ گناہ کی لذت لینے والے ہیں ان کے چہرے پر لعنت ہوتی ہے، دل میں سخت بے کیفی اور گھبراہٹ اور پریشانی ہوتی ہے۔

گناہ کرنے والے نالائقوں سے دین کا کام بھی چھین لیا جاتا ہے۔ یہ تو ان کا کرم ہے کہ توبہ کو قبول کر لیتے ہیں جس کے نتیجہ میں دوبارہ دین کی خدمت کی توفیق دے دیتے ہیں مگر ایسے کریم مالک کی بار بار نافرمانی کرنا نالائقی کی بات ہے۔ جتنا کریم ابا ہو اتنا ہی زیادہ اس کی فرماں برداری کرو۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں ذَکَرُوا اللّٰہَ کی پانچ تفسیریں بیان فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عظمت و وعید کو یاد کرنا بھی ذکر ہے

گناہ کے بعد جب شہوت کی گرمی اُتر گئی، عقل میں سلامتی آگئی اور عقل ٹھکانہ لگ گئی کیونکہ شہوت کی آبادی سے عقل برباد ہو رہی تھی۔ شرابِ شہوت کا نشہ اترنے کے بعد ہوش آیا کہ میں نے بہت بڑی غلطی کی اور اپنے پالنے والے مولیٰ کو ناراض کر دیا۔ صالحین کے لباس میں اور ڈاڑھی رکھنے کی حالت میں بدنظری کر لی، اب اللہ کو یاد کرتے ہیں کیونکہ شہوت کی آگ میں اللہ کو بھول گئے تھے، گناہ کے بعد سخت ندامت ہوئی اور اب اللہ کو یاد کر رہے ہیں۔

ذَکَرُوا اللّٰہَ کی پہلی تفسیر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمائی کہ ذَکَرُوْا عَظَمَۃَ اللّٰہِ وَوَعِیْدَہٗ یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت کو یاد کرتے ہیں کہ کتنے بڑے صاحبِ قدرت مالک کو ہم نے اپنی حماقت، گدھے پن، کمینہ پن، بے غیرتی،

بے حیائی اور غیر شریفانہ حرکتوں سے ناراض کر دیا اور پھر اس کی وعید کو یاد کرتے ہیں کہ اگر قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ ہم نے تم کو اپنی یاد کے لئے، اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا تھا، نفس کی غلامی کے لئے نہیں پیدا کیا تھا تو کیا جواب ہوگا اور اللہ کے عذاب اور گناہوں کی سزا کو یاد کرتے ہیں۔ میرؔ کا شعر ہے ؎

میرؔ صاحب زمانہ نازک ہے
دونوں ہاتھوں سے تھامئے دستار

لیکن جن سادات نے دستار پہننا چھوڑ دی ہے اور اب شلوار پہنتے ہیں تو ان کے لئے میں نے اس شعر کو بدل دیا ہے لہٰذا اب میرا شعر سنئے ؎

میر صاحب زمانہ نازک ہے
دونوں ہاتھوں سے تھامئے شلوار

حضورِ حق تعالیٰ میں اپنی پیشی کو یاد کرنا بھی ذکرُ اللہ ہے

دوسری تفسیر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وَذَكَرُوا الْعَرْضَ عَلَيْهِ تَعَالٰى شَانُهٗ وہ اللہ کے سامنے پیشی کو یاد کرتے ہیں کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ ہم نے تمہارا جغرافیہ اور تمہاری شکل کیسی بنائی تھی اور تمہیں حکم دیا تھا کہ جب تم آئینہ دیکھا کرو تو مجھ سے یہ دعا کرلیا کرو:

((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَحَسِّنْ خُلُقِيْ))

(مرقاۃُ المفاتیح، کتابُ الاداب، باب الرفق والحیاء وحسن الخلق)

اے اللہ آپ نے میری شکل کو تو حسین بنا دیا، صالحین اور نیک بندوں کی وضع دے دی، اب میرے اخلاق بھی اچھے کر دیجئے تاکہ میری صورت اور سیرت میں تطبیق رہے، میچنگ رہے، ابھی میری صورت اور سیرت میں بالکل میچنگ

نہیں ہے، مجھے کس سمت جانا تھا اور میں کون سی سمت جا رہا ہوں۔

قیامت کے دن کے سوال و جواب کو یاد کرنا بھی ذکرِ الٰہی ہے

ذَکَرُوْا سُوَالَہٗ بِذَنْبِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یعنی وہ لوگ قیامت کے روز اپنے گناہ کے بارے میں اللہ کے سوال کو یاد کرتے ہیں۔ یہ سوچو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن پوچھ لیا کہ تم دنیا میں کس شکل میں رہتے تھے؟ لوگوں کی دعوتیں اُڑاتے تھے، لوگوں میں اپنا استقبال کرواتے تھے لیکن تمہارے اعمال کیسے تھے؟ بدنظری کرتے تھے، تمہیں اپنے گناہوں سے شرم اور حیا نہیں آتی تھی؟ کیا میں نے تمہیں زندگی اور جوانی گناہ کرنے کے لئے دی تھی؟

جلالِ حق تعالیٰ کو یاد کرنا بھی ذکرُ اللہ ہے

ذَکَرُوْا جَلَالَہٗ فَھَابُوْا وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے جلال کو یاد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، ہمیں نیست و نابود کرسکتا ہے۔ دنیا کا معمولی شیر اگر پنجرے میں بند ہونے کی حالت میں زور سے دھاڑ دے تو بڑے بڑے بہادروں کا پیشاب خطا ہوجائے تو اللہ تعالیٰ کی ڈانٹ کا اس وقت کیا عالم ہوگا جب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

﴿خُذُوْہُ فَغُلُّوْہُ ○ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْہُ ○﴾

(سورۃُ الحاقۃ، آیت: ۳۰-۳۱)

پکڑلو اس نالائق کو اور جکڑ دو بیڑیوں میں پھر ڈال دو جہنم میں۔

میں نے یہ مراقبہ سکھایا ہے کہ روزانہ قیامت کا اور جہنم کا نقشہ اور اللہ تعالیٰ کے سوالات کو یاد کرو، دو تین منٹ بھی روزانہ کافی ہیں مگر برابر جاری رہے۔ اگر ہر روز پانی کا ایک قطرہ پتھر پر گرے تو اس میں سوراخ کر دیتا ہے۔ کتابوں میں تو سب کچھ لکھا ہوا ہے مگر نتائج عمل کرنے سے برآمد ہوتے ہیں۔

www.khanqah.org

خالی خمیرہ مروارید کے الفاظ لکھنے یا پڑھنے سے دل میں طاقت نہیں آئے گی بلکہ خمیرہ کھانے سے آئے گی۔ چھ ماہ تک مراقبہ کر کے دیکھو، کتنی ہی خبیث عادتیں ہوں اللہ تعالیٰ بالکل پاکیزہ کر دیں گے۔ روزانہ موت کا مراقبہ کرو، قبر کا مراقبہ کرو کہ وہاں ہمارے جسم کا کیا حال ہوگا؟ آلاتِ گناہ پر ہزاروں کیڑے چمٹے ہوئے ہوں گے اور معشوقوں کے آلاتِ گناہ پر بھی ہزاروں کیڑے چمٹے ہوئے ہوں گے، یہ مراقبہ کر کے دیکھو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت فائدہ ہوگا۔

جمالِ حق تعالیٰ کا دھیان بھی ذکر ہے

ذَکَرُوْا جَمَالَہٗ فَاسْتَحْیُوْا یعنی وہ لوگ اللہ کے جمال کو یاد کرتے ہیں کہ جو ساری کائنات کی لیلاؤں کو حسن دیتا ہے خود اس کا حسن و جمال کیسا ہوگا؟ جو ساری لیلاؤں کو نمک دیتا ہے، اس کی ذات لیلاؤں کے نمکیات کا سرچشمہ ہے، جس کے دل میں وہ مولیٰ آتا ہے اس دل میں ساری دنیا کی لیلاؤں کا نمک گھول دیتا ہے لیکن جو جان کی بازی نہیں لگاتا، جان چور رہتا ہے، اس کو اللہ نہیں ملتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا﴾

(سورۃُ العنکبوت، آیت:۶۹)

جو لوگ ہماری راہ میں تکلیف اُٹھاتے ہیں ان کے لئے ہم ہدایت کے راستے کھول دیتے ہیں۔ مگر کچھ ظالم ہیں جو تکلیف اٹھانے سے گریزاں ہیں، ان سے کہتا ہوں کہ گناہوں سے بچنے کے لئے جان کی بازی لگا دو، زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ گناہ نہ کرنے سے موت آجائے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم سے کبھی کوئی گناہ ہو بھی جائے تو مجھ سے معافی مانگنے میں، توبہ کرنے میں دیر نہ کرو فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ اگر اپنے گناہوں سے استغفار کی، توبہ کی توفیق ہو جائے تو سمجھ لو کہ ذکر قبول ہے۔ اگر کوئی

یادِالٰہی میں تو رہتا ہے مگر استغفار نہیں کرتا، معافی نہیں مانگتا تو سمجھ لو کہ اس کا ذکر مقبول نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ سے استغفار کرنا ذَكَرُوْا کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ فَاسْتَغْفَرُوْا پر جو فاء داخل ہے یہ فائے نتیجہ بھی ہے اور فاءِ تعقیبیہ بھی ہے یعنی یہ لوگ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور پھر اس ذکر کے نتیجہ میں اپنے گناہوں سے معافی مانگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی اگر اللہ سے معافی نہیں مانگو گے تو تم کو کون معاف کرے گا؟ اللہ کے سوا کوئی تم کو معاف بھی تو نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ اللہ ہی ہمارا مالک ہے اور بخشنا اُسی کے اختیار میں ہے۔ اگر ساری دنیا کے سلاطین اخباروں میں یہ شائع کردیں کہ ہم نے تمہیں معاف کردیا لیکن خدا معاف نہ کرے تو گناہ معاف نہیں ہوگا اور دنیا بھر کی معافی تم کو عذاب سے نہیں بچاسکتی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اپنے بھائیوں کو معاف کردیا تھا اور فرمایا تھا:

﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾

(سورۂ یوسف، آیت: ۹۲)

ایک پیغمبر اپنے ان بھائیوں کو معاف کررہا ہے جنہوں نے ان کو کنویں میں ڈالا تھا لیکن بھائیوں کو تسلی نہ ہوئی، انہوں نے اپنے ابا سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے معافی دلوا کر قیامت کے دن کی معافی کی بھی بشارت عطا فرمایئے اور اللہ تعالیٰ سے سفارش کیجئے اس لئے کہ پیغمبر نے تو معاف کردیا لیکن معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بھی معاف کیا یا نہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کی معافی کے لئے کئی برس تک روتے رہے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام معافی نامہ لے کر آئے۔ تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ان ظالم

بھائیوں کی مغفرت بزبانِ یوسف علیہ السلام تو تھی لیکن بزبان خالقِ یوسف علیہ السلام نہ تھی لہٰذا حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان بھائیوں کی معافی کا مضمون لے کر آئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے فرمایا کہ اس مضمون سے معافی مانگیں اور سب سے آگے حضرت جبرئیل علیہ السلام کھڑے ہوئے، ان کے پیچھے حضرت یعقوب علیہ السلام، ان کے پیچھے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے پیچھے سب بھائی کھڑے ہوئے اور یہ دعا مانگی:

((یَا رَجَآءَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَا تَقْطَعْ رَجَآءَنَا، یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنَا، یَا مُعِیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِنَّا، یَا مُحِبَّ التَّوَّابِیْنَ تُبْ عَلَیْنَا))

اے ایمان والوں کی آخری امید ہماری اُمّیدوں کو مت کاٹیے، ہم کہاں جائیں گے، آپ ہماری آخری امید ہیں، آپ کے سوا کوئی آستاں نہیں، کوئی ہماری داستاں سننے والا نہیں۔ اے فریاد کرنے والوں کی فریاد کو سننے والے ہماری فریاد سن لے۔ اے مومنین کی مدد کرنے والے ہماری مدد فرما۔ اے وہ ذات جو توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتی ہے، ہماری توبہ قبول فرمالے۔

جب ان الفاظ کے ساتھ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرما دی۔ اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا:

﴿وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ○﴾

(سورۂ آل عمران، آیت:۱۳۵)

عاشقوں کی ایک ادا اور بھی ہے کہ اپنے گناہوں پر بار بار اصرار نہیں کرتے، گناہوں کو اپنا اوڑھنا بچھونا نہیں بناتے اور گناہوں کو اپنی غذا نہیں بناتے۔ روح المعانی میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصرار کی دو قسمیں ہیں: (۱) اَلْاِصْرَارُ الشَّرْعِیُّ (۲) اَلْاِصْرَارُ اللُّغَوِیُّ اصرارِ لغوی کے معنی یہ ہیں کہ ایک گناہ کوئی مرتبہ کرے اور اصرارِ شرعی ہے اَلْاِقَامَۃُ عَلَی الْقَبِیْحِ وَالْمَعَاصِیْ بِدُوْنِ

اَلْاِسْتِغْفَارِ وَالتَّوْبَۃِ یعنی جو بغیر استغفار اور توبہ کے گناہ کئے جا رہا ہے، جو نادم ہو کر اللہ سے معافی نہیں مانگتا اور بے دھڑک گناہ کئے جاتا ہے وہ شرعاً گناہوں پر اصرار کرنے والا ہے لیکن استغفار کے سہارے پر گناہ کرنے والا انٹرنیشنل اُلّو ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو گناہ کے بعد دل سے معافی مانگتا ہے اور عزم مصمم کرتا ہے کہ آئندہ گناہ نہیں کروں گا لیکن پھر بھی کبھی گناہ سے مغلوب ہو جاتا ہے تو وہ اصرار کرنے والوں میں سے نہیں۔ ایسے لوگ مایوس نہ ہوں، استغفار کرکے پھر کمر باندھ لیں اور وعدہ کرلیں کہ جان کی بازی لگا دیں گے مگر اپنے اللہ کو ناراض نہیں کریں گے۔

آخر میں فرمایا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ یہ جملہ حال ہے جس کے معنی ہیں کہ وہ لوگ جانتے ہیں کہ یہ فعل گندہ ہے لیکن علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جملہ حالیہ کبھی معرضِ تعلیل میں استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ لوگ گناہ پر اس لئے اصرار نہیں کرتی لِاَنَّھُمْ یَعْلَمُوْنَ قُبْحَ فِعْلِھِمْ کیونکہ وہ اپنے افعال اور گناہوں کے انجام کو جانتے ہیں کہ اگر ہمارا یہی حال رہا تو ہم دنیا میں بھی ذلیل ہو جائیں گے اور آخرت میں بھی رسوا ہو جائیں گے۔ علمی مضامین سے اہلِ علم مزے لے رہے ہیں۔ ان کو پکی پکائی روٹی مل رہی ہے۔

بہر حال کبھی حال، ذوالحال کی حالت بیان کرتا ہے جیسی جَآءَنِیْ زَیْدٌ رَاکِبًا یعنی زید میرے پاس سواری کی حالت میں آیا لیکن اس آیت میں وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ حال ہے مگر علت بیان کرنے کے لئے آیا ہے یعنی میرے عاشقین اپنے افعال کے انجام پر نظر رکھتے ہیں، حالتِ شہوت میں شیطان ان کو پاگل اور بے وقوف بنا سکتا ہے لیکن شہوت کا نشہ اترنے کے بعد ان کی عقل میں استغفار اور ندامت کی برکت سے دوبارہ میرا نور آجاتا ہے پھر ان کو اپنی نالائقی

کا احساس ہو جاتا ہے کہ میں نے دس برس کی محنت ضائع کر دی۔

میرے مرشد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ صوفی کا گناہِ کبیرہ کرنا ایسا ہے جیسے ہرا بھرا آم کا درخت جو عنقریب پھل دینے والا ہے اس کے قریب آگ جلا کر ہاتھ تاپ لئے۔ اب درخت کو دوبارہ ہرا بھرا ہونے میں وقت لگے گا۔ اسی طرح تم نے اپنے ہی تقویٰ کے درخت میں گناہ کر کے آگ لگا دی اور اس کے نتیجہ میں دس سال کی محنت ضائع کر دی۔ اب دوبارہ طویل عرصہ تک محنت کرتے رہو تب جا کے تلافی ہوگی۔ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر میں نے نانک واڑہ میں سنی۔ آپ نے تقریر میں فرمایا کہ بھائیو! تم لوگ ہر جمعہ کو میری مجلس میں آتے ہو، اگر ہر جمعہ کو ایک گناہ چھوڑ دو تو مہینہ میں چار گناہ چھوٹ جائیں گے اور سال میں اڑتالیس گناہ چھوٹ جائیں گے۔ اسی طرح میں بھی آپ سے کہتا ہوں کہ آپ حضرات ہفتہ میں دو دن یعنی جمعہ اور پیر کو یہاں آتے ہیں، ہر مجلس میں ایک گناہ چھوڑ دیں۔

سب سے پہلے بدنظری کے گناہ کو چھوڑو پھر اس کے نتیجہ میں جو گناہ ہوتا ہے یعنی مردہ پرستی اس کو چھوڑ دو۔ جب کسی نمکین کو دیکھو تو فوراً اس کے پاس سے بھاگو۔ اگر تم نہیں بھاگ سکتے تو اس کو اپنے پاس سے بھگا دو۔ دونوں طاقتیں آپ کو حاصل ہیں، بھاگنے کی بھی اور بھگانے کی بھی لیکن بعض اوقات بھگانے کی طاقت نہیں ہوتی جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ طاقت نہیں تھی کہ وہ زلیخا کو بھگا دیتے کیونکہ اس کے پاس شاہی طاقت تھی اس لیے یوسف علیہ السلام خود وہاں سے بھاگے۔ اسی طرح اگر کوئی فوجی میجر تمہارے پاس آجائے، وہ حسین بھی ہو اور کم عمر بھی ہو تو خود اس کے پاس سے بھاگ جاؤ۔

بہرحال جب مجلس میں آؤ تو اس ارادہ سے آؤ کہ آج ایک گناہ چھوڑنا ہے۔ آپ خود بتائیں کہ گناہ خراب چیز ہے یا اچھی چیز ہے؟ خراب ہے، تو

خراب چیز کو جلدی چھوڑنا چاہیے یا دیر سے چھوڑنا چاہیے؟ جلدی چھوڑنا چاہئے۔اب کتنی جلدی چھوڑیں؟اس کا فیصلہ آپ خود کرلیں۔اللہ کوناراض کرنا اچھی بات نہیں، بہت حماقت کی بات ہے۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ گناہ کرنے والا بے وقوف ہوتا ہے، اگر عقل ہوتی تو گناہ نہ کرتا، گناہ کرنا ہی حماقت اور بے وقوفی کی دلیل ہے، بڑی طاقت کوناراض کرنا اوراپنے مزدور اورغلام دل کوخوشی دیناشریفانہ حرکت نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کوعمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کوتقویٰ عطا فرمائے اورتقویٰ کو بقا بھی اورارتقا بھی عطا فرمائے اوراے اللہ ہم سب کونسبت بھی عطا فرما، بقاءِ نسبت بھی عطا فرمااورارتقا نسبت بھی عطا فرما، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

جو ابرو اور مژگاں قتل گاہِ عاشقاں تھے کل
وہ پیری سے ہیں اب مژگانِ خرکیچڑ روانی میں
وہ جانِ حسن جو تھا حکمراں کل بادشاہوں پر
ہے پیری سے بغاوت آج اس کی حکمرانی میں
وہ جانِ نغمۂ عشاق اور جانِ غزل گوئی
ہے پیری سے گل افسردہ بہارِ شعرخوانی میں
نہ کھا دھوکہ کسی رنگینی عالم سے اے اختر!
محبت خالقِ عالم سے رکھ اس دارِ فانی میں

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس
مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم